تقویٰ، فراستِ فاروقی اور ایک صالح نسل کی داستان

خدا تو دیکھ رہا ہے

”اگر عمر ہمیں نہیں دیکھ رہے... تو اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔“

مفتی محمد راحت خان قادری



المکتّب النُّور

خلوت میں انسان کو
گناہ سے روکنے والی
سب سے بڑی طاقت
یہ یقین ہے کہ
خدا اسے دیکھ رہا ہے۔

خدا تو دیکھ رہا ہے

مفتی محمد راحت خان قادری

المکتب النور

سلسلۂ اشاعت: ۲۳

نام کتاب.......... . خدا تو دیکھ رہا ہے

تالیف........... مفتی محمد راحت خان قادری

پروف ریڈنگ...... مفتی محمد عظیم الشان نوری مرکزی، مفتی رئیس احمد منظری

صفحات........... 44

اشاعت........... ۱۴۴۸ھ/۲۰۲۶ء

ناشر............. المکتب النور

حقوق............. بحق ناشر محفوظ

ALMAKTABUN-NOOR

Shikarpur Chaudhry, Izzatnagar
Bareilly Shareef, (U.P.) India,
Pin:243122
Mob:+91-9412684116
www.faizanetajushshariya.com

فہرست

شرفِ انتساب

یہ کتاب

ان تمام گم نام اہلِ ایمان و اصحابِ تقوی کے نام جو تنہائی میں بھی صرف اس لیے گناہ سے رک جاتے ہیں کہ ان کا رب انہیں دیکھ رہا ہے۔

محمد راحت خاں قادری

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ، سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحٰبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ، اَمَّا بَعۡدُ:

تاریخِ انسانی اور خصوصاً تاریخِ اسلام کے صفحات میں بعض واقعات ایسے ثبت ہیں جن کی ظاہری حیثیت اگرچہ نہایت معمولی دکھائی دیتی ہے، مگر ان کے باطن میں حکمت، بصیرت، ایمان اور اخلاق کے ایسے بے بہا خزانے پوشیدہ ہوتے ہیں کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کی تازگی ماند نہیں پڑتی۔ یہ واقعات نہ سلطنتوں کی وسعت سے اپنی عظمت حاصل کرتے ہیں، نہ لشکروں کی کثرت سے، نہ فتوحات کے شور و غوغا سے؛ بلکہ ان کی اصل عظمت ان کرداروں میں ہوتی ہے جنہوں نے تنہائی میں بھی اپنے رب کو علیم و خبیر اور سمیع و بصیر جانا، اور اس کے خوف کو ہر دنیاوی منفعت پر ترجیح دی۔

تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ بسا اوقات ایک مختصر جملہ، ایک مخلصانہ فیصلہ، یا ایک گمنام انسان کا اخلاص آنے والی کئی نسلوں کے حالات بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض اوقات بڑے انقلاب میدانوں میں نہیں، بلکہ خاموش گھروں میں برپا فرماتا ہے؛ جہاں نہ کوئی لشکر ہوتا ہے، نہ کوئی مجمع، نہ کوئی خطبہ، نہ کوئی اعلان، بلکہ صرف ایک بندۂ مومن کا زندہ ضمیر اور اپنے رب کی نگرانی کا احساس ہوتا ہے۔

اس کتاب میں بھی ایسے ہی ایک ایمان افروز اور تاریخ ساز واقعے کی ادبی تشکیل ہے۔ یہ واقعہ اگرچہ اپنے حجم کے اعتبار سے مختصر ہے، مگر اپنے اثرات کے اعتبار سے

اسلامی تاریخ کے ان روشن ابواب میں شمار ہوتا ہے جن سے ہر دور میں اہلِ ایمان نے تقویٰ، دیانت، امانت، خوفِ خدا اور حسنِ تربیت کا درس حاصل کیا ہے۔ اس میں نہ کوئی غیر معمولی معرکہ ہے، نہ سیاسی کشمکش، نہ اقتدار کی کشاکش؛ بلکہ ایک غریب گھر کی خاموش فضا میں ہونے والا مختصر سا مکالمہ ہے، جس نے خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایوان تک اپنا اثر پہنچایا اور پھر آنے والی نسلوں کی تاریخ کا رخ بدل دیا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رات کی تاریکی میں اپنی رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لیے گشت کرنا، ایک غریب ماں اور اس کی صالحہ بیٹی کی گفتگو سننا، اور پھر اس لڑکی کے کردار کو دولت، حسب ونسب اور ظاہری جاہ وحشمت پر ترجیح دینا، اسلامی معاشرت کے ان سنہری اصولوں کی عملی تفسیر ہے جن کی بنیاد تقویٰ، دیانت اور اخلاق پر رکھی گئی ہے۔

اس واقعے کا سب سے مؤثر پہلو وہ مختصر جملہ ہے جس نے اس کتاب کے عنوان کی صورت اختیار کی ہے:

"اگر عمر ہمیں نہیں دیکھ رہے، تو اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔"

یہ صرف ایک لڑکی کا جواب نہیں تھا، بلکہ ایمان کی وہ صدا تھی جو آج بھی ہر اس دل کو جھنجھوڑ دیتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کی کوئی چنگاری باقی ہو۔ یہی وہ احساس ہے جسے قرآنِ مجید نے مختلف مقامات پر بندۂ مومن کی اصل شان قرار دیا ہے کہ وہ اپنے رب کو ہر حال میں یہ سمجھ کر یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں، اور اسی احساس کے تحت اپنی زندگی کے ہر معاملے کو سنوارے۔

راقم نے جب اس واقعے پر غور کیا تو یہ احساس ہوا کہ اگرچہ یہ واقعہ مسلمانوں میں معروف ہے، مگر اس کی اصل روح تک پہنچنے کی کوشش کی جائے کیوں کہ اس واقعہ کے

اندر ایمان، کردار، تربیت، حکمرانی، معاشرت، فراست، صالح نسل کی تعمیر اور اللہ تعالیٰ کی نگرانی کے احساس جیسے بے شمار پہلو پوشیدہ ہیں، جو مستقل غور و فکر کے متقاضی ہیں۔

اسی احساس نے اس کتاب کی تالیف پر آمادہ کیا، تاکہ ایک مختصر تاریخی روایت کو ایسے ادبی اسلوب میں پیش کیا جائے جو نہ صرف قاری کی دلچسپی برقرار رکھے بلکہ اسے اس واقعے کی روح سے بھی آشنا کر دے۔ میری کوشش رہی ہے کہ قاری صرف الفاظ نہ پڑھے، بلکہ خود کو مدینۂ منورہ کی ان خاموش گلیوں میں محسوس کرے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم پر چل کر، اس غریب گھر کی فضا کو اپنی آنکھوں سے دیکھے، اور اس صالحہ لڑکی کے ایمان کی حرارت کو اپنے دل میں اترتا ہوا محسوس کرے۔

اگر مطالعہ ختم ہونے کے بعد قاری کے دل میں صرف ایک احساس پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جائے کہ "میں جہاں بھی ہوں، جس حال میں بھی ہوں، میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے" تو راقم سمجھے گا کہ اس کتاب کی تالیف کا بنیادی مقصد حاصل ہو گیا۔

حوالہ جات و تاریخی نوٹ

زیرِ نظر کتاب کا مرکزی واقعہ اسلامی تاریخ کے اُن معروف اور مقبول واقعات میں سے ہے جسے متعدد محدثین، مؤرخین اور سوانح نگاروں نے مختلف اسانید اور قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اگرچہ مختلف مصادر میں الفاظ، ترتیبِ بیان اور بعض جزئیات میں معمولی فرق پایا جاتا ہے، تاہم واقعے کا بنیادی مضمون، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس صالحہ لڑکی کے تقویٰ سے متاثر ہونا، اپنے صاحبزادے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا نکاح کرانا، اور اسی مبارک نسل سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پیدا ہونا، ان تمام مصادر میں معروف اور مسلم ہے۔

اس مناسبت سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصل روایت اور اس کے بنیادی

مراجع قارئین کے سامنے پیش کر دیے جائیں، تاکہ کتاب کی تاریخی بنیاد واضح رہے اور اہلِ علم کے لیے مراجعت کا دروازہ بھی کھلا رہے۔ روایت کا ایک مشہور متن یہ ہے:

"عن عبد الله ابن زيد بن أسلم عن أبيه عن جده أسلم قال: بينما أنا مع عمر بن الخطاب رضي الله عنه وهو يعس بالمدينة إذ أعيا فاتكأ على جانب جدار في جوف الليل، فإذا امرأة تقول لابنتها: يا بنتاه قومي إلى ذلك اللبن فامذقيه بالماء، فقالت لها: يا أمتاه أو ما علمت ما كان من عزمة أمير المؤمنين اليوم. قالت: وما كان من عزمته يا بنية؟ قالت: إنه أمر مناديا، فنادى أن لا يشاب اللبن بالماء، فقالت لها: يا بنتاه قومي إلى اللبن، فامذقيه بالماء فإنك بموضع لا يراك عمر ولا منادي عمر فقالت الصبية لأمها: يا أمتاه والله ما كنت لأطيعه في الملإ، وأعصيه في الخلاء. وعمر يسمع كل ذلك، فقال: يا أسلم علم الباب واعرف الموضع، ثم مضى في عسسه، فلما أصبحا قال: يا أسلم امض إلى الموضع فانظر من القائلة ومن المقول لها وهل لهم من بعل؟ فأتيت الموضع فنظرت فإذا الجارية أيم لا بعل لها وإذا تيك أمها وإذا ليس لها رجل، فأتيت عمر بن الخطاب فأخبرته، فدعا عمر ولده فجمعهم فقال: هل فيكم من يحتاج إلى امرأة أزوجه... فقال

عاصم: يا أبتاه لا زوجة لي فزوجني، فبعث إلى الجارية فزوجها من عاصم فولدت لعاصم بنتا وولدت البنت عمر بن عبد العزيز"۔

اس روایت کے اہم مراجع

اس واقعے کو بعض لفظی اختلاف کے ساتھ درج ذیل مصادر میں نقل کیا گیا ہے:

(١)مسند الفاروق لابن كثير، كتاب النكاح، أثر فيه الرغبة في ذات الدين والعقل والورع، ج:٢، ص: ١٢٩، دار الفلاح، الفيوم، مصر، ١٤٣٠ھ/٢٠٠٩ء

(۲)أخبار أبي حفص عمر بن عبد العزيز للآجري، ذكر أخبار عمر بن عبد العزيز رحمه الله وسيرته في المسلمين حتي توفي رحمه الله، ص:۴۸،مؤسسة الرسالة، بيروت، ۱۴۰۰ھ/سنہ ۱۹۸۰ء

(۳)محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب لإبن المبرد، الباب الأربعون: عسسه بالمدينه وما وقع له من ذلك، ج: ۱، ص: ۳۹۰، عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية، ۱۴۲۰ھ/سنہ ۲۰۰۰ء

(۴)تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر، أم عاصم، ج:۷۰، ص:۲۵۳، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، ۱۴۱۰ھ/سنہ ۱۹۹۰ء

(۵)صفة الصفوة لإبن الجوزي، ذكر المصطفيات من بنيات صغار تكلمن بكلام العابدات الكبار، ج: ۲، ص: ۵۳۴، دار الحديث، القاهرة، مصر، ۱۴۲۱ھ/سنہ ۲۰۰۰ء

(۶)فتح القريب المجيب على الترغيب والترهيب للإمام المنذري، كتاب القضاء وغيره، ج:۹، ص:۵۲۰، الناشر: المُحقِّق أ. د. محمد إسحاق محمد آل إبراهيم، ۱۴۳۹ھ/سنہ ۲۰۱۸ء

(۷)حدائق الأولياء لإبن الملقن، مجلس في المراقبة، ج: ۱، ص:۸۷، دار الكتب العلمية، بيروت، سنہ ۲۰۰۹ء

(۸)سيرة عمر بن عبد العزيز على ما رواه الإمام مالك بن أنس وأصحابه، ص:۲۳، عالم الكتب، بيروت، ۱۴۰۴ھ/سنہ ۱۹۸۴ء

علمی وضاحت

یہ کتاب تاریخی ناول نہیں، بلکہ تاریخ پر مبنی ادبی بیانیہ ہے۔ اس میں بیان کردہ اصل تاریخی حقائق انہیں معروف روایات کی بنیاد پر مرتب کیے گئے ہیں، مثلاً:

- حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رات کے وقت رعایا کی خبر گیری کے لیے گشت فرمانا۔
- دودھ میں پانی ملانے سے انکار کرنے والی صالحہ لڑکی کا واقعہ۔

- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس لڑکی کے تقویٰ اور دیانت سے متاثر ہونا۔
- حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کا نکاح۔
- اسی مبارک نسل سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت۔

البتہ اس کتاب میں مدینۂ منورہ کی منظر نگاری، کرداروں کے باہمی مکالمات، داخلی احساسات، گھریلو ماحول، بعض توصیفی مناظر، اور واقعات کے درمیان ادبی ربط، راقم کی ناقص ادبی ترتیب اور اسلوبِ نگارش کا حصہ ہیں۔ انہیں مستقل تاریخی روایت یا لفظ بہ لفظ نقل نہ سمجھا جائے، بلکہ اصل واقعے کی روح، اس کے ایمانی اثرات اور تربیتی پیغام کو مؤثر انداز میں اجاگر کرنے کا ایک ادبی وسیلہ تصور کیا جائے۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان بعض تفصیلی گفتگو، نکاح کا پیغام پہنچانے کی کیفیت، یا بعض جذباتی مناظر تاریخی مصادر میں اس تفصیل سے مذکور نہیں، بلکہ ادبی تسلسل اور قاری کو واقعے کے ماحول سے قریب تر کرنے کے لیے قلم بند کیے گئے ہیں، جبکہ پوری کوشش کی گئی ہے کہ ان میں کوئی ایسی بات شامل نہ ہو جو ثابت شدہ تاریخی روایات یا مسلّم حقائق کے خلاف ہو۔

اس لیے اس کتاب کو تاریخی ماخذ کے بجائے معتبر تاریخی روایت کی ادبی تعبیر کے طور پر پڑھا جائے، کیوں کہ اس کا اصل مقصد کسی نئے تاریخی نظریے کو پیش کرنا نہیں، بلکہ ایک روشن اسلامی واقعے کے اخلاقی، ایمانی اور تربیتی پیغام کو عصرِ حاضر کے قاری کے دل تک مؤثر انداز میں پہنچانا ہے۔

اس کتاب کی تالیف کے دوران بار بار یہ احساس غالب رہا کہ انسان کی زندگی میں اصل تبدیلی قوانین کے کثرت سے نہیں، بلکہ دلوں کے زندہ ہونے سے آتی ہے۔ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی نگرانی کا یقین، اور آخرت کی جواب دہی کا

احساس زندہ ہو، اس کے لیے ہر لمحہ ایک محتسب موجود ہوتا ہے، اور وہ محتسب اس کا اپنا ضمیر ہوتا ہے۔

اسی لیے اس کتاب کا مرکزی پیغام بھی یہی ہے کہ معاشروں کی حقیقی اصلاح صرف ظاہری نظاموں سے نہیں، بلکہ افراد کے باطن کی اصلاح سے ہوتی ہے۔ جب تنہائی میں بھی بندہ یہ یقین رکھے کہ "اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے" تو پھر نہ اسے خیانت کی طرف ہاتھ بڑھانے کی جرأت ہوتی ہے، نہ دھوکے کی، نہ ظلم کی، نہ ملاوٹ کی، نہ حقوق تلف کرنے کی، اور نہ ہی کسی ایسے عمل کی جو اس کے رب کی ناراضی کا سبب بنے۔

اسی طرح اس واقعے کا ایک نہایت اہم معاشرتی پہلو بھی ہے، جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے کے لیے شریکۂ حیات کا انتخاب کرتے وقت نہ دولت کو معیار بنایا، نہ صرف خاندانی جاہ و حشمت کو، نہ ظاہری زیب و زینت کو، اور نہ کسی قسم کے مادی مفادات کو پیشِ نظر رکھا، بلکہ صرف ایک چیز دیکھی، اور وہ تھی تقویٰ، دیانت اور حسنِ کردار۔

آج جبکہ ہمارے معاشرے میں نکاح جیسی مقدس سنت کو بے جا رسم و رواج، فضول اخراجات، نمود و نمائش اور جہیز جیسی غیر شرعی توقعات نے مشکل بنا دیا ہے، یہ واقعہ ہمیں خاموش مگر نہایت مؤثر انداز میں یہ سبق دیتا ہے کہ پائیدار اور پُرسکون خاندانوں کی بنیاد دولت، جہیز اور ظاہری آسائشوں پر نہیں، بلکہ ایمان، اخلاق اور صالح کردار پر قائم ہوتی ہے۔ اگر مسلمان معاشرہ اس فاروقی معیار کو دوبارہ اپنا لے تو بے شمار گھروں میں خوشیاں لوٹ آئیں، بہت سی بیٹیوں کے والدین غیر ضروری بوجھ سے نجات پا جائیں، اور نکاح دوبارہ اپنی اصل اسلامی سادگی اور برکت کے ساتھ رائج ہو جائے۔

راقم اس کتاب کو اپنا کوئی بڑا ادبی شاہکار نہیں سمجھتا، بلکہ اسے اپنی دینی محبت،

عقیدت اور اصلاحِ معاشرہ کی ایک معمولی سی کوشش تصور کرتا ہے۔ اگر اس میں کوئی حسن، کوئی خیر یا کوئی فائدہ ہے تو وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عطا ہے، اور اگر کہیں کوئی لغزش، کمی یا علمی کوتاہی رہ گئی ہو تو وہ راقم کی بشری کمزوری اور قلتِ علم کا نتیجہ ہے، جس پر اہلِ علم کی اصلاح و رہنمائی کو اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھے گا۔

میں اللہ تعالیٰ کے حضور انتہائی عاجزی کے ساتھ دعا گو ہوں کہ وہ اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائے، اسے خالص اپنی رضا کے لیے قبول فرمائے، اس میں اگر کوئی خیر ہے تو اسے باقی رکھے، اور اگر کہیں کوئی لغزش یا خامی رہ گئی ہے تو اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ. وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ.

محمد راحت خاں قادری

خادم دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ، بریلی شریف

۲۶/محرم الحرام ۱۴۴۸ھ/ ۱۲/جولائی ۲۰۲۶ء

خدا تو دیکھ رہا ہے!

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو ظاہر و پوشیدہ، چھوٹے اور بڑے، ہر عمل اور ہر نیت کو جاننے والا ہے، جس کی نگاہ سے نہ زمین کی کوئی چیز اوجھل ہے اور نہ آسمان کی۔ درود و سلام ہوں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر، جنہوں نے خلوت و جلوت، آسانی و دشواری، اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا خوف اختیار کرنے، دیانت و امانت کے ساتھ زندگی گزارنے اور تقویٰ کو انسان کی سب سے بڑی دولت قرار دینے کی تعلیم عطا فرمائی۔ نیز آپ کے آل و اصحاب اور آپ کی امت کی تمام باعظمت پر ان مقدس ہستیوں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) پر، جنہوں نے ان تعلیمات کو اپنی عملی زندگی میں اس طرح نافذ کیا کہ رہتی دنیا تک حق، دیانت اور خوفِ خدا کے روشن مینار بن گئے۔ زیرِ نظر کتاب اسی مبارک سلسلے کی ایک ایمان افروز جھلک ہے، جو ہمیں یاد دلاتی ہے کہ بندہ دنیا کی نگاہوں سے تو اوجھل ہو سکتا ہے، مگر اس کا کوئی بھی کام اپنے رب سے کبھی نہیں چھپ سکتا۔

رات کا آخری پہر

مدینہ والے سو رہے تھے... مگر ایک شخص جاگ رہا تھا: رات اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ مدینۂ منورہ پر اتر چکی تھی...... آسمان نیلگوں مخمل کی چادر اوڑھے، بے شمار ستاروں سے جگمگا رہا تھا۔ ہر ستارہ گویا زمین والوں کو خاموشی سے یہ پیغام دے رہا تھا کہ کائنات کا نظام ایک لمحہ بھی اپنے رب کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہوتا...... ہوا میں

کھجور کے درختوں کی ہلکی ہلکی سرسراہٹ گھلی ہوئی تھی۔ کبھی کوئی نرم جھونکا گلیوں کی گرد کو آہستگی سے اٹھاتا اور پھر خاموشی سے بٹھا دیتا۔ دور کہیں کسی اونٹ کی مدہم آواز سنائی دیتی اور پھر سکوت کی چادر پہلے سے زیادہ گہری ہو جاتی۔

مزدور اپنی دن بھر کی مشقت کے بعد آرام کر رہے تھے۔ تاجر اپنی دکانوں کے حساب کتاب سے فارغ ہو کر خوابوں کی دنیا میں جا چکے تھے...... یتیم بچے اپنی ماؤں کے پہلو میں سکون سے سو رہے تھے اور بوڑھے، جن کی عمریں عبادت میں ڈھل چکی تھیں، رات کی آخری ساعتوں میں اپنے رب کی رحمت کے امیدوار تھے۔

لیکن اس شہر میں ایک شخص ایسا بھی تھا جس کی آنکھوں میں نیند نہیں تھی...... وہ اپنے بستر پر آرام کرنے کے بجائے مدینہ پاک کی خاموش مگر برکت والی گلیوں میں چل رہا تھا...... اس کے ہاتھ میں نہ کوئی شاہی عصا تھا، نہ اس کے آگے پیچھے محافظوں کی قطاریں تھیں، نہ کوئی خادم اس کے لیے راستہ صاف کر رہا تھا...... اس کے لباس میں سادگی تھی، چہرہ پر وقار تھا، نگاہوں میں شفقت تھی اور دل میں پوری امت کی فکر۔

یہ وہ شخصیت تھی جسے دنیا امیر المومنین خلیفۂ دوم حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے جانتی ہے...... وہ عظیم سلطنت کے فرمانروا ضرور تھے، مگر اپنے آپ کو رعایا کا خادم سمجھتے تھے...... ان کے نزدیک خلافت عزت کا منصب نہیں بلکہ ایک امانت تھی، اور امانت کا سب سے پہلا تقاضا جواب دہی تھا۔

رات کا یہ گشت ان کی عادت نہیں، ان کی عبادت تھا...... وہ جانتے تھے کہ دن کے اجالے میں بہت سے لوگ اپنی تکلیف زبان پر نہیں لاتے۔ غربت اکثر خاموش رہتی ہے، بھوک اکثر پردے میں رہتی ہے، اور مظلوم کی آہ ہمیشہ حکمرانوں کی چوکھٹ تک نہیں پہنچتی...... اسی لیے وہ رات کے اندھیروں میں خود نکلتے، تاکہ کسی ایسے دروازے تک

پہنچ سکیں جہاں کسی ضرورت مند کی کوئی فریاد رسی کرنے والا نہ ہو۔

آج بھی وہ اسی مقصد سے نکلے تھے...... ہر قدم کے ساتھ ان کے دل میں ایک ہی دعا موجزن تھی:

"اے اللہ! اگر میری رعایا میں کوئی بھوکا سو گیا، اگر کسی مظلوم کی آہ مجھ تک نہ پہنچ سکی، اگر کسی کمزور کا حق میرے دورِ حکومت میں پامال ہوا، تو کل تیرے حضور میں عمر کیا جواب دے گا؟

یہ سوچتے سوچتے ان کی رفتار کبھی دھیمی ہو جاتی اور کبھی تیز...... راستے میں وہ ایک گلی سے دوسری گلی کی طرف مڑتے، کبھی کسی جھونپڑی کی طرف نگاہ ڈالتے، کبھی کسی ویران مکان کے سامنے چند لمحے رک جاتے...... ان کی نگاہ صرف دیواروں کو نہیں دیکھتی تھی، بلکہ ان دیواروں کے پیچھے بسنے والے لوگوں کے حالات کو تلاش کرتی تھی...... وہ جانتے تھے کہ ایک حاکم کے فیصلے صرف ایوانوں میں نہیں ہوتے، بلکہ گلیوں کی خاک بھی ان فیصلوں کی گواہ ہوتی ہے۔

مدینہ کی فضا غیر معمولی طور پر پرسکون تھی...... لیکن اس سکون کے نیچے کتنی کہانیاں دفن تھیں، کتنے آنسو چھپے تھے، کتنی امیدیں سانس لے رہی تھیں، یہ صرف وہی جان سکتا ہے جو راتوں کو جاگتا ہو...... چلتے چلتے وہ شہر کے اس حصے میں پہنچے جہاں زیادہ تر غریب خاندان آباد تھے...... یہاں نہ اونچے مکانات تھے، نہ کشادہ صحن، نہ نفیس دروازے...... کچی اینٹوں کی دیواریں، کھجور کی شاخوں سے بنے چھپر، مٹی کے چراغ اور سادہ زندگی...... مگر انہی معمولی گھروں میں ایسے دل بستے تھے جن کی قیمت دنیا کی ہر دولت سے بڑھ کر تھی۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لمحے کے لیے رک کر ان

جھونپڑیوں کی طرف دیکھا......ان کے دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوئی...... انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی...... ستارے پہلے کی طرح چمک رہے تھے......گویا وہ بھی اس خاموش نگرانی میں شریک ہوں۔

اسی لمحے.............. رات کے گہرے سکوت کو ایک مدھم سی آواز نے توڑ دیا...... یہ آواز کسی مرد کی نہ تھی...... یہ ایک عورت کی تھی...... پھر دوسری آواز سنائی دی......نرم...... پاکیزہ......مگر غیر معمولی وقار سے بھرپور...... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم بے اختیار رک گئے...... انہوں نے غور سے سنا......آواز اسی قریب کے ایک خستہ حال گھر سے آ رہی تھی...... وہ آہستہ آہستہ اس مٹی کی دیوار کے قریب پہنچے......ان کے دل نے گواہی دی کہ اس خاموش رات میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی خاص حکمت کے لیے یہاں پہنچایا ہے...... انہیں ابھی معلوم نہ تھا کہ اگلے چند لمحوں میں وہ ایک ایسا جملہ سننے والے ہیں جو صرف ایک لڑکی کی زبان سے ادا نہیں ہوگا، بلکہ رہتی دنیا تک ایمان، دیانت اور خوفِ خدا کی علامت بن جائے گا...... وہ خاموشی سے دیوار کے قریب کھڑے ہو گئے......اور اندر ہونے والی گفتگو سننے لگے۔

رات پہلے سے زیادہ گہری ہو چکی تھی...... مدینۂ منورہ کی گلیاں خاموش تھیں۔ کبھی کبھار کسی دور افتادہ گھر سے بچے کے رونے کی ہلکی سی آواز آتی، پھر فضا دوبارہ سکوت میں ڈوب جاتی...... مٹی کی دیوار کے سائے میں ایک مرد خاموش کھڑا تھا...... وہ کوئی مال و اسباب کمانے یا تجارت کرنے کی غرض سے نکلا ہوا مسافر نہیں تھا...... وہ مدینہ منورہ کا حاکم و نگہبان اور خلیفۃ المسلمین تھا...... وہ سلطنتِ اسلامیہ کا فرمانروا

تھا...... مگر اس وقت نہ وہ خلیفہ تھا، نہ قاضی، نہ فاتحِ فارس و روم...... وہ صرف ایک جواب دہ بندہ تھا، جو اپنے رب کی مخلوق کا حال جاننے نکلا تھا۔

دیوار کے دوسری طرف ایک چراغ جل رہا تھا...... اس کی مدھم روشنی کچے گھر کی دیواروں پر لرز رہی تھی...... گھر کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی، جن کے درمیان سے ٹھنڈی ہوا اندر آ رہی تھی...... ایک گوشے میں چند مٹی کے برتن رکھے تھے...... ایک طرف چکی تھی، جس کے گرد آٹے کی ہلکی سفیدی جمی ہوئی تھی...... گھر کی غربت بول رہی تھی...... مگر اس غربت میں بھی صفائی، سادگی اور قناعت کی خوشبو تھی۔

ایک ادھیڑ عمر عورت دودھ سے بھرا مٹکا اپنے سامنے رکھے بیٹھی تھی...... اس کے چہرے پر زمانے کی سختیوں کے نشانات تھے...... شاید برسوں کی محتاجی نے اس کے بالوں میں وقت سے پہلے سفیدی اتار دی تھی...... اس کے سامنے اس کی جوان بیٹی بیٹھی تھی...... چہرے پر حیا، آنکھوں میں وقار، پیشانی پر سکون، اور انداز میں ایسی شرافت کہ گویا غربت نے اس کے لباس کو پرانا ضرور کیا تھا، مگر اس کے کردار کو نہیں۔

عورت نے مٹکے کی طرف دیکھتے ہوئے آہ بھری...... بیٹی......... اس کی آواز میں تھکن بھی تھی اور بے بسی بھی...... "صبح ہونے والی ہے...... بازار جانا ہے...... اگر اس دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دو تو مقدار بڑھ جائے گی...... شاید آج کچھ زیادہ قیمت مل جائے...... دو وقت کی روٹی کا انتظام ہو جائے گا۔

بیٹی نے چونک کر اپنی ماں کی طرف دیکھا...... کچھ لمحوں تک وہ خاموش رہی...... اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کی ماں یہ بات کہہ رہی ہے...... اس نے آہستگی سے کہا:

”امی جان...آپ یہ کیا فرما رہی ہیں؟“

ماں نے بے اختیار جواب دیا:

”بیٹی! میں حرام کھانے کو نہیں کہہ رہی۔صرف تھوڑا سا پانی مل جائے گا تو کیا فرق پڑے گا؟ لوگ تو اس سے بھی زیادہ ملاوٹ کرتے ہیں......ہم بھی مجبور ہیں۔“

بیٹی نے مٹکے پر رکھی اپنی ہتھیلی آہستہ سے ہٹالی......اس کی نگاہ بے اختیار جھک گئی...... چند لمحے خاموشی رہی......اس خاموشی میں ایمان اپنے الفاظ تلاش کر رہا تھا......پھر اس نے نہایت ادب سے کہا:

”امی جان! کیا آپ نے نہیں سنا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دودھ میں پانی ملانے سے منع فرمایا ہے؟“

ماں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا:

”ہاں، سنا ہے......“

پھر اس نے آہستہ سے دروازے کی طرف دیکھا...... باہر مکمل خاموشی تھی......اس نے دھیمی آواز میں کہا:

”لیکن عمر یہاں کہاں موجود ہیں؟ اس وقت تو وہ اپنے گھر میں ہوں گے...... وہ ہمیں دیکھ نہیں رہے......رات کا یہ آخری پہر ہے......کون جانتا ہے کہ ہم نے دودھ میں پانی ملایا یا نہیں؟“

دیوار کے باہر کھڑے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کی دھڑکن جیسے رک گئی...... وہ پوری توجہ سے جواب سننے لگے...... گھر کے اندر چند لمحے خاموشی رہی...... پھر نوجوان لڑکی نے سر اٹھایا......اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی...... یہ چمک غربت کی نہیں.........ایمان کی تھی......اس نے اپنی

ماں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور نہایت محبت سے کہا:

"امی جان......! اگر امیر المؤمنین عمر ہمیں نہیں دیکھ رہے۔"

وہ ایک لمحہ رکی...... پھر اس کی آواز میں ایسا یقین پیدا ہوا کہ گویا پورا آسمان اس کی گواہی دے رہا ہو۔

"تو عمر کا رب تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔"

گھر کے اندر خاموشی چھا گئی...... دیوار کے باہر بھی خاموشی تھی...... مگر یہ خاموشی پہلے جیسی نہ تھی...... یہ خاموشی دلوں کے بدل جانے کی خاموشی تھی...... لڑکی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے...... اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا:

"ہم بھوکے رہ سکتے ہیں...... پرانے کپڑے پہن سکتے ہیں...... مگر اللہ کے سامنے دھوکے کے ساتھ کیسے کھڑے ہوں گے؟...... یہ اندھیری رات لوگوں کی نگاہوں کو چھپا سکتی ہے...... مگر اللہ کی نگاہ سے ایک قطرہ پانی بھی نہیں چھپ سکتا۔"

ماں کے ہاتھ کانپنے لگے...... اس نے مٹکے کی طرف دیکھا...... پھر اپنی بیٹی کی طرف...... اسے محسوس ہوا جیسے اس کی بیٹی نہیں، اس کا ضمیر اس سے گفتگو کر رہا ہو...... اس کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے...... اس نے فوراً مٹکے کو ایک طرف ہٹا دیا۔

"بیٹی......! آج تم نے مجھے بچا لیا...... اللہ تمہیں بھی اپنی امان میں رکھے۔"

دیوار کے باہر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پلکیں بھیگ چکی تھیں...... انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا...... دل ہی دل میں عرض کیا:

"اے میرے رب! تیرا شکر ہے کہ میری رعایا میں ایسے ایمان والے دل بھی بستے ہیں، جنہیں قانون سے زیادہ تیری نگرانی کا احساس ہے۔"

اس رات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا...... انہوں نے اپنی موجودگی کا اظہار بھی نہ کیا......انہوں نے اس خاندان کی خودداری کو مجروح کرنا مناسب نہ سمجھا......بس خاموشی سے اس گھر کو ذہن میں محفوظ کر لیا......ان کے دل میں ایک عجیب سی روشنی اتر چکی تھی......انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ اس مٹی کے گھر میں دولت نہیں......ایک خزانہ رہتا ہے......اور اس خزانے کا نام ہے......تقویٰ۔

فجر سے پہلے کا فیصلہ

رات اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی......مشرق کے کنارے ابھی روشنی کا کوئی نشان نہ تھا، لیکن تاریکی کی سلطنت بتدریج کمزور ہونے لگی تھی......حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند لمحے اسی مٹی کی دیوار کے قریب خاموش کھڑے رہے......ان کے کانوں میں ابھی تک وہ جملہ گونج رہا تھا:

"اگر عمر ہمیں نہیں دیکھ رہے، تو عمر کا رب تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔"

یہ صرف ایک پردہ نشین بچی کے الفاظ نہ تھے......یہ ایمان کی آواز تھی......وہ آواز جو نہ تلوار سے دبائی جا سکتی ہے، نہ غربت سے خریدی جا سکتی ہے، نہ دنیا کے لالچ سے بدل سکتی ہے......حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک گہری سانس لی......ان کی نگاہ آسمان کی طرف اٹھی......ستارے اب بھی اپنی جگہ موجود تھے، مگر انہیں یوں محسوس ہوا جیسے پوری کائنات اپنے رب کی گواہی دے رہی ہو......انہوں نے آہستہ سے اپنے ہاتھ اٹھائے:

"اے اللہ......!" ان کے لب ہلے:

"تیرا شکر ہے کہ تو نے اس امت میں ایسے دل پیدا فرمائے جن کی نگہبانی قانون

نہیں، بلکہ تیرا خوف کرتا ہے۔"

چند لمحے وہ اسی کیفیت میں کھڑے رہے......پھر خاموشی سے اس گھر کو غور سے دیکھا......مٹی کی دیوار......کھجور کی شاخوں کا چھپر......دروازے کے قریب رکھا ایک پرانا مٹکا......اور دروازے کے دائیں جانب ایک نمایاں پتھر......انہوں نے ان نشانیوں کو ذہن میں محفوظ کرلیا، تاکہ صبح اس گھر کو دوبارہ تلاش کرنے میں دشواری نہ ہو......اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ واپس چل پڑے......لیکن آج ان کے قدم معمول سے مختلف تھے......ہر قدم کے ساتھ ان کے دل میں ایک عجیب سی مسرت تھی......گویا انہوں نے رات کے اندھیرے میں کوئی گمشدہ خزانہ پالیا ہو۔

مدینہ کی گلیاں اب خاموشی سے فجر کی منتظر تھیں......دور کسی مسجد سے ایک مؤذن وضو کے لیے پانی بھر رہا تھا......کہیں کسی گھر میں تہجد گزار بندہ اپنے رب کے حضور کھڑا تھا......اور کہیں کوئی ماں اپنے بچوں کے لیے روٹی بنانے کی تیاری کر رہی تھی......یہ وہ ساعت تھی جب آسمان کے دروازے رحمت کے لیے کھلتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کی سمت رخ کیا......ان کا دل غیر معمولی سکون سے لبریز تھا......نماز میں جب وہ اپنے رب کے حضور کھڑے ہوئے ......خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کی......نماز کے بعد بھی وہ دیر تک مسجد میں بیٹھے رہے......مسجد سے باہر نکلے ہی تھے کہ پھر خیالوں کی دنیا میں انہیں بار بار اسی لڑکی کا چہرہ یاد آنے لگا......جسے انہوں نے دیکھا بھی نہ تھا......صرف اس کی آواز سنی تھی......اور اس آواز میں ایمان کی خوشبو محسوس کی تھی۔

لوگ انہیں دیکھتے تو سمجھتے کہ شاید وہ کسی ریاستی معاملے میں غور کر رہے ہیں......مگر حقیقت یہ تھی کہ اس وقت ان کے دل میں ایک ہی خیال گردش کر رہا تھا......"ایسی بیٹی جس نے تنہائی میں بھی اللہ کو حاضر و ناظر جانا، اگر کسی صالح گھرانے کی بنیاد بنے تو اس کے اثرات آنے والی نسلوں تک پہنچیں گے۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھی طرح جانتے تھے کہ قوموں کی تعمیر صرف میدانِ جنگ کے بہادروں سے نہیں ہوتی......اصل تعمیر گھروں میں ہوتی ہے......جہاں مائیں ایمان کی آبیاری کرتی ہیں......جہاں کردار پروان چڑھتے ہیں......اور جہاں اللہ کا خوف نسلوں میں منتقل ہوتا ہے......انہوں نے اپنے دل میں عہد کیا کہ اس گھرانے کے بارے میں ضرور معلوم کریں گے۔

اسی دوران سورج کی پہلی کرن مدینہ کی فضا پر نمودار ہوئی......بازار آہستہ آہستہ آباد ہونے لگے......لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہونے لگے......لیکن خلافت کے مرکز میں آج ایک خاموش فیصلہ جنم لے چکا تھا......یہ فیصلہ دولت کی بنیاد پر نہیں تھا......نہ نسب کی بنیاد پر......نہ قبیلے کی بنیاد پر......یہ فیصلہ صرف ایک چیز کی بنیاد پر تھا......وہ بنیاد تھی تقویٰ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک انسان کی اصل عزت اس کے مال میں نہیں، بلکہ اس کے کردار میں تھی......اور گزشتہ رات انہوں نے ایک ایسا کردار دیکھا تھا جس نے انہیں بے حد متاثر کیا تھا......انہوں نے اپنے خادم کو بلایا اور نہایت سکون سے فرمایا:

"عاصم کو میرے پاس بھیجو۔"

خادم نے ادب سے سر جھکایا اور حکم کی تعمیل کے لیے روانہ ہو گیا...... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند لمحے خاموش بیٹھے رہے......ان کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ تھی...... یہ مسکراہٹ کسی دنیاوی کامیابی کی نہ تھی...... یہ اس امید کی مسکراہٹ تھی کہ جب گھروں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی جائے تو اللہ تعالیٰ ان سے ایسی نسلیں پیدا فرماتا ہے جو تاریخ کا رخ موڑ دیتی ہیں۔

ایک انمول موتی

صبح کی روشنی مدینۂ منورہ کی گلیوں میں پوری طرح پھیل چکی تھی...... مسجدِ نبوی سے نمازِ فجر ادا کر کے لوگ اپنے اپنے گھروں اور کاروبار کی طرف لوٹ رہے تھے...... بازاروں کے دروازے کھلنے لگے تھے...... کھجوروں سے لدے اونٹ شہر میں داخل ہو رہے تھے...... کہیں لوہار اپنی بھٹی دہکا رہا تھا...... کہیں ایک بڑھیا پانی بھر کر گھر جا رہی تھی...... اور کہیں بچے مٹی میں کھیلتے ہوئے ہنس رہے تھے......مدینہ میں زندگی ایک نئے دن کا استقبال کر رہی تھی......لیکن کاشانۂ خلافت میں آج ایک اور ہی خاموشی تھی۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے معمول کے مطابق سادہ سے کمرے میں تشریف فرما تھے...... نہ قیمتی فرش، نہ ریشمی پردے، نہ شاہانہ تخت......ایک معمولی سی چٹائی......ایک چمڑے کا تکیہ......اور سامنے چند سرکاری معاملات......جو شخص آدھی دنیا کا حکمران تھا، اس کی زندگی ایک عام آدمی سے زیادہ آسائشوں کی حامل نہ تھی......اسی اثنا میں دروازے پر دستک ہوئی۔

"السلام علیکم یا امیر المؤمنین!"

"وعلیکم السلام، آجاؤ عاصم!"

حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادب سے اندر داخل ہوئے...... انہوں نے اپنے والد کے چہرے کی طرف دیکھا تو محسوس ہوا کہ آج ان کی آنکھوں میں ایک خاص طمانیت ہے...... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنے قریب بٹھایا...... چند لمحے خاموشی رہی...... پھر نہایت شفقت سے فرمایا:

"بیٹے! اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنے بندوں کو ایسے خزانے دکھا دیتا ہے جو سونے اور چاندی سے کہیں زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔"

حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی سے سنتے رہے...... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"گزشتہ رات میں حسبِ معمول مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہا تھا۔ وہاں ایک گھر سے ایسی گفتگو سنی جس نے میرے دل کو ہلا دیا۔"

پھر انہوں نے مختصراً ماں اور بیٹی کے درمیان ہونے والی پوری گفتگو بیان کی...... ہر جملہ سنتے ہوئے حضرت عاصم کی آنکھوں میں احترام بڑھتا جا رہا تھا...... جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تاریخی الفاظ دہرائے:

"اگر عمر نہیں دیکھ رہے، تو عمر کا رب تو دیکھ رہا ہے۔"

تو حضرت عاصم بے اختیار بول اٹھے:

"اللہ اکبر!"

کمرے میں چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی...... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہیں زمین پر تھیں...... انہوں نے دھیمی آواز میں فرمایا:

"بیٹے! میں نے اس لڑکی کو دیکھا نہیں، لیکن اس کی آواز میں ایمان دیکھا ہے...... میں اس کے حسب و نسب سے واقف نہیں، لیکن اس کے کردار کو پہچان لیا

ہے......میں اس کی دولت نہیں جانتا، مگر اس کی اصل دولت تقویٰ ہے۔"

پھر انہوں نے اپنے بیٹے کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھا۔

"عاصم! اگر تم راضی ہو تو میری خواہش ہے کہ تم اس نیک سیرت لڑکی سے نکاح کرو۔"

یہ ایک باپ کی خواہش تھی......لیکن اس سے بڑھ کر ایک صاحبِ بصیرت حاکم کا فیصلہ بھی......حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے سر جھکا لیا......انہوں نے ایک لمحے کے لیے بھی یہ نہیں پوچھا:

"وہ کس قبیلے سے ہے......؟ اس کے پاس مال کتنا ہے......؟ اس کی شکل و صورت کیسی ہے......؟"

ان کے ذہن میں صرف ایک بات تھی......اگر اس لڑکی کے کردار کی گواہی خود حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دے رہے ہیں، تو پھر اس سے بڑی گواہی اور کیا ہو سکتی ہے؟

انہوں نے ادب سے عرض کیا:

"ابا جان! اگر آپ نے اس کے تقویٰ کو پسند فرمایا ہے تو میرے لیے بھی یہی کافی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس فیصلے میں خیر و برکت عطا فرمائے۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی......انہوں نے اپنے بیٹے کے کندھے پر ہاتھ رکھا......"اللہ تمہیں دونوں کے لیے خیر مقدر فرمائے۔"

پھر چند معتبر افراد کو اس خاندان کے بارے میں معلوم کرنے اور مناسب طریقے سے نکاح کا پیغام پہنچانے کی ہدایت دی......کاشانۂ خلافت سے نکلنے والا یہ پیغام کسی رئیس کے محل کی طرف نہیں جا رہا تھا......یہ ایک ایسے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے والا تھا

جس کی دولت صرف ایک جملہ تھی:

”اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔“

اس وقت شاید کسی کو اندازہ نہ تھا کہ یہ نکاح محض دو افراد کا ملاپ نہیں ہوگا...... بلکہ یہ دو کرداروں کا ملاپ ہوگا...... دو تقویٰ شعار خاندانوں کا ملاپ...... اور آنے والی نسلوں میں ایک ایسی روشنی کا ذریعہ، جس کی کرنیں صدیوں تک اسلامی تاریخ کو منور کریں گی...... کبھی کبھی تاریخ کے عظیم ابواب بڑے لشکروں سے نہیں لکھے جاتے...... وہ ایک چھوٹے سے مٹی کے گھر میں ادا ہونے والے ایک سچے جملے سے شروع ہو جاتے ہیں...... اور کبھی ایک صالحہ ماں کی گود میں پروان چڑھنے والا ایمان، آنے والے زمانوں کے لیے عدل کا چراغ بن جاتا ہے۔

قبولیت کا انعام

رات گزر چکی تھی، مگر اس رات کی بازگشت ابھی تک مدینہ کی فضاؤں میں موجود تھی...... ایک طرف ایک غریب گھر کی پاکیزہ گفتگو تھی، دوسری طرف خلافت کے ایوان میں بیٹھا ایک ایسا دل، جس پر اس گفتگو نے گہرا نقش چھوڑ دیا تھا...... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا...... انہوں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے جرنیل دیکھے تھے...... میدانِ جنگ کے بے شمار شہسوار دیکھے تھے...... خطابت کے جوہر بھی دیکھے تھے...... اور نسب و حسب کے دعوے بھی بہت سنے تھے...... مگر گزشتہ رات انہوں نے ایک ایسی دولت دیکھی تھی جو ان سب سے بلند تھی...... وہ دولت تھی تقویٰ۔

وہ جانتے تھے کہ دولت وراثت میں مل سکتی ہے، اقتدار چھن سکتا ہے، حسن ڈھل جاتا ہے اور شہرت وقت کے ساتھ ماند پڑ جاتی ہے؛ لیکن اللہ کا خوف وہ نعمت ہے جسے

صرف وہی دل پاتا ہے جس پر اللہ کا خاص فضل ہو......اسی لیے انہوں نے ارادہ فرمایا کہ اس صالحہ لڑکی کے خاندان سے باقاعدہ بات کی جائے......چند معتمد حضرات اس مقصد کے لیے روانہ ہوئے......وہ مدینہ کی ان گلیوں سے گزرے جہاں مٹی کے سادہ مکانات ایک دوسرے کے قریب تھے......کسی دروازے پر بچے کھیل رہے تھے......کہیں عورتیں پانی بھر رہی تھیں......کہیں کھجور کے پتوں سے چٹائیاں بُنی جارہی تھیں......انہی گھروں میں سے ایک وہ بھی تھا جس کے بارے میں گزشتہ رات آسمان نے گویا ایک گواہی ثبت کردی تھی۔

دروازہ کھٹکھٹایا گیا......گھر والوں نے آنے والوں کا احترام سے استقبال کیا......مختصر تعارف کے بعد جب یہ بتایا گیا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے صاحبزادے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے رشتہ چاہتے ہیں تو اہلِ خانہ چند لمحوں کے لیے خاموش رہ گئے......یہ خاموشی حیرت کی تھی، تکلف کی نہیں......کسے گمان تھا کہ ایک گمنام گھر کی دہلیز پر خلیفۃ المسلمین کے گھر کا پیغام آئے گا......؟ مگر اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو عزت دینا چاہے تو اس کے لیے ایسے دروازے کھول دیتا ہے جن کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا......گھر والوں نے نہ اپنی غربت کو رکاوٹ بنایا، نہ اس عزت کو غرور کا سبب......انہوں نے اس معاملے کو اللہ کی عطا سمجھا، مشورہ کیا اور رضامندی ظاہر کردی۔

ادھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک یہ خوش خبری پہنچی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا......ان کی خوشی اس لیے نہ تھی کہ ان کے خاندان میں ایک نیا رشتہ شامل ہورہا تھا، بلکہ اس لیے تھی کہ انہیں ایک ایسا گھر ملا تھا جس کی بنیاد مال پر نہیں، تقوی پر تھی......تاریخ میں بہت سے نکاح ایسے گزرے ہیں جن کی بنیاد دولت، قبیلہ یا سیاسی

مفادات پر رکھی گئی......مگر یہ نکاح ان سب سے مختلف تھا......اس کے پیچھے نہ دنیاوی مفاد تھا، نہ اقتدار کی خواہش، نہ کسی قبیلے کو مضبوط کرنے کی تدبیر......اس کی بنیاد صرف ایک جملہ تھا:

"اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔"

یہی وہ جملہ تھا جس نے ایک غریب گھر کی بیٹی کو خلافتِ فاروقی کے خاندان سے جوڑ دیا......انسان بظاہر صرف ایک نیکی کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اس کے اثرات کو نسلوں تک پھیلا دیتا ہے......اس دن شاید مدینہ منورہ کے لوگوں کو اس رشتے کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ نہ تھا......لیکن تقدیر پہلے ہی سے اپنی سطریں لکھ چکی تھی......ایک صالح مرد......ایک صالحہ خاتون......اور ایک ایسا گھرانہ، جس کی بنیاد اخلاص، امانت اور خوفِ خدا پر رکھی جا رہی تھی......یہ صرف دو افراد کا نکاح نہیں تھا؛ یہ کرداروں کا ملاپ تھا، اور کرداروں کے ایسے ملاپ ہی سے تاریخ کے روشن ابواب جنم لیتے ہیں۔

ایک گھر کی بنیاد

مدینہ کی فضا ان دنوں غیر معمولی سکون سے معمور تھی......یہ وہ شہر تھا جہاں زندگی کا ہر گوشہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربیت کی مبارک خوشبو سے مہک رہا تھا......بازاروں میں خرید و فروخت تھی......کھیتوں میں محنت تھی......مسجد میں علم تھا......اور گھروں میں ایمانی و اسلامی پرورش......انہی دنوں حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس صالحہ خاتون کا نکاح انجام پایا......نہ اس نکاح میں دنیاوی شان و شوکت تھی......نہ کسی رئیس کا تفاخر......نہ دولت کی نمائش اور نہ ہی جاہ و حشمت کا شور......یہ ایک ایسا بندھن تھا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نکاح پر دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے تھے......وہ جانتے تھے کہ گھروں کی مضبوطی بلند عمارتوں سے نہیں، بلکہ بلند کردار سے ہوتی ہے......ان کی نگاہ میں ایک صالحہ عورت، ایک صالح نسل کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے......گویا کہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ انسان کو دین اور کردار کو سامنے رکھ کر رشتہ اختیار کرنا چاہیے، کیونکہ یہی وہ دولت ہے جو نسلوں تک منتقل ہوتی ہے۔

نئے گھر کی زندگی سادگی سے شروع ہوئی......زندگی میں آسائشیں کم تھیں......لیکن دل اطمینان سے بھرے ہوئے تھے......صبح کا آغاز اللہ کے ذکر سے ہوتا......دن محنت میں گزرتا اور رات عبادت اور شکر گزاری میں ڈھل جاتی......وہ خاتون، جن کے تقویٰ نے ایک رات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کو متاثر کیا تھا، اب بھی ویسی ہی تھیں......نہ انہیں اس بات پر غرور تھا کہ وہ خلیفۂ وقت کے خاندان سے وابستہ ہوگئی ہیں، اور نہ انہوں نے اپنی سابقہ سادہ زندگی کو فراموش کیا......ان کے نزدیک اصل عزت وہی تھی جو بندے کو اپنے رب کے سامنے حاصل ہو......حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے والد کی تربیت کا بہترین نمونہ تھے......ان کے اخلاق میں انکسار تھا، گفتگو میں نرمی، عبادت میں خشوع اور معاملات میں دیانت۔

دو نیک دل جب ایک گھر میں جمع ہوتے ہیں تو وہاں صرف خاندان نہیں بنتا، بلکہ ایک ماحول جنم لیتا ہے......ایسا ماحول جس میں بچے صرف بولنا نہیں سیکھتے، بلکہ سچ بولنا سیکھتے ہیں......صرف چلنا نہیں سیکھتے، بلکہ سیدھے راستے پر چلنا سیکھتے ہیں......صرف کھانا نہیں سیکھتے، بلکہ حلال کھانا سیکھتے ہیں......اور یہی وہ دولت ہے جسے قرآنِ کریم نے "شجرۂ طیبہ" سے تعبیر فرمایا ہے؛ ایسا پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط

ہواور جس کی شاخیں آسمان کی طرف بلند ہوں، اور جو اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اچھا پھل دیتا رہے۔

وقت خاموشی سے آگے بڑھتا رہا......دن مہینوں میں اور مہینے برسوں میں بدلتے گئے......اس گھر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتیں نازل فرمائیں......کسی کو معلوم نہ تھا کہ اس گھر کی گود میں پرورش پانے والی نسل میں ایک ایسا چراغ بھی روشن ہونا ہے جس کی روشنی صدیوں تک اسلامی تاریخ کو منور کرے گی......یہ بات سچ ہے کہ بعض اوقات بڑے انقلاب میدانوں میں نہیں، بلکہ گھروں میں پیدا ہوتے ہیں......ایک سچی ماں......ایک صالح باپ......اور تقویٰ سے آباد ایک گھر......یہی وہ بنیادیں ہیں جن پر آنے والی نسلوں کی عظمت استوار ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی اپنے خاندان کی طرف دیکھتے تو ان کے دل میں اطمینان کی ایک لہر دوڑ جاتی......انہیں یقین تھا کہ جس گھر کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے خوف پر رکھی گئی ہو، اللہ تعالیٰ اس سے خیر ہی خیر ظاہر فرمائے گا......ابھی کسی کو خبر نہ تھی کہ آنے والے زمانے میں اسی گھرانے سے ایک ایسا مردِ مومن اٹھے گا جسے مؤرخین عدل، زہد اور احیائے سنت کا روشن مینار قرار دیں گے......تاریخ کے اوراق ابھی پلٹے نہیں تھے......مگر تقدیر تو لکھی جا چکی تھی۔

تقدیر کا لکھا ظاہر ہوتا ہے

وقت کبھی رکتا نہیں......وہ خاموشی سے گزرتا رہتا ہے، مگر اپنے ساتھ ایسے فیصلے بھی لاتا ہے جن کی حقیقت کا اندازہ انسان کو برسوں بعد ہوتا ہے......حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر بھی اب مدینہ شریف کے ان گھروں میں شمار ہونے لگا تھا جن کی پہچان سادگی، عبادت اور حسنِ اخلاق تھی......اس گھر کی فضا میں نہ دنیا کی

چکا چوند تھی اور نہ مال و دولت کی فراوانی؛لیکن وہاں ایمان کی وہ حرارت موجود تھی جو دلوں کو زندہ رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو اولاد کی نعمت سے نوازا......اور انہی نسلوں میں ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں جن کا نام اُمِّ عاصم تھا......وہ اپنے والد حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور اپنی والدہ کی نیکی، دیانت اور تقویٰ کی وارث تھیں......بعد میں انہی کا نکاح بنواُمیہ کے شہزادے عبدالعزیز بن مروان سے ہوا......یہ ایک ایسا رشتہ تھا جس نے دو مختلف خاندانوں کو باہم ملا دیا......ایک طرف خلافتِ راشدہ کے عدل و تقویٰ کی میراث تھی......اور دوسری طرف اول ملوکِ اسلام اور سلطنتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلے بادشاہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیاسی بصیرت تھی......قدرت نے ان دونوں دھاروں کو ایک جگہ جمع کیا، تاکہ آنے والے زمانے میں ایک ایسی شخصیت دنیا میں آئے جو دونوں کی بہترین صفات کی امین بنے۔

چند برس گزرے تو اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو ایک فرزند عطا فرمایا......اس نومولود کا نام عمر رکھا گیا......کسی نے اس وقت یہ تصور بھی نہ کیا تھا کہ یہی بچہ آگے چل کر حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے معروف ہوگا......اور اسلامی تاریخ میں عدل، زہد اور احیائے سنت کی ایک درخشاں مثال بن جائے گا......یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعجب خیز نظام ہے......کبھی وہ ایک عظیم سلطنت کی بنیاد کسی فاتح کے ہاتھوں رکھتا ہے......اور کبھی ایک عظیم مصلح کو ایک غریب مگر دیندار ماں کی کوکھ سے پیدا فرماتا ہے......اگر اس رات وہ صالحہ لڑکی صرف اتنا سوچ لیتی کہ "کوئی دیکھ تو نہیں رہا"، تو ظاہراً یہی لگتا ہے کہ شاید تاریخ کا ایک باب اسی وقت بدل جاتا......مگر اس نے اپنے ضمیر کی آواز کو دنیا کے فائدے پر ترجیح دی......اس نے

اللہ کی رضا کو چند قطروں کے نفع سے زیادہ قیمتی سمجھا......اور اللہ تعالیٰ نے اس ایک اخلاص کو ایسی قبولیت عطا فرمائی کہ اس کی برکت نسلوں تک پہنچ گئی......یہی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ نیکی کو ضائع نہیں فرماتا......کبھی اس کا پھل فوراً ملتا ہے، کبھی برسوں بعد، اور کبھی آنے والی نسلیں اس سے فیض یاب ہوتی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بظاہر اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے......مگر ان کی نگاہِ بصیرت نے جس خیر کی امید کی تھی، وقت نے اسے حقیقت کا لباس پہنا دیا......تقویٰ کی ایک چنگاری، عدل کے ایک روشن چراغ میں تبدیل ہونے جا رہی تھی......اور تاریخ، اپنے ایک نئے باب کے آغاز کی منتظر تھی۔

عدل کا دوسرا چراغ

برسوں کا سفر طے ہو چکا تھا......مدینہ کی وہ خاموش رات اب تاریخ کا حصہ بن چکی تھی......مٹی کے اس گھر کی دیواریں مٹ چکی تھیں......اس رات کے کردار اپنے رب کے حضور حاضر ہو چکے تھے......مگر ان کے اعمال کی خوشبو ابھی تک باقی تھی......زمانہ بدل گیا تھا......خلافتِ راشدہ کا دور گزر چکا تھا، بنواُمیہ کی حکومت قائم ہو چکی تھی، اسلامی سلطنت مشرق و مغرب تک پھیل گئی تھی......نئے شہر آباد ہوئے......نئی قومیں اسلام کے دائرے میں داخل ہوئیں......لیکن وسعت کے ساتھ نئے مسائل بھی پیدا ہوئے۔

اقتدار کی چمک بہت سوں کو اپنی طرف کھینچنے لگی تھی......ایسے ہی دور میں وہ نوجوان، جس کا نام عمر بن عبدالعزیز تھا، علم، عبادت اور تقویٰ کے ماحول میں پروان چڑھا......اسے اپنے عظیم نانا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت سنائی جاتی......ان کے عدل کے واقعات پڑھائے جاتے......اور یہ بتایا جاتا کہ

حکومت رعایا پر برتری کا نام نہیں بلکہ اللہ کے سامنے جواب دہی کا دوسرا نام ہے۔

وقت گزرتا رہا.......... پھر وہ دن بھی آیا جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مسلمانوں کی خلافت کی ذمہ داری سونپی گئی...... یہ منصب ان کے لیے اعزاز سے زیادہ آزمائش تھا...... روایت ہے کہ خلافت کی ذمہ داری سنبھالتے ہی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعا کی...... کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ جس کندھے پر امت کا بوجھ رکھ دیا جائے...... اس کی ہر سانس حساب کا عنوان بن جاتی ہے۔

انہوں نے اقتدار کو آسائش کا ذریعہ نہیں بنایا...... سب سے پہلے اپنی ذات سے آغاز کیا...... اپنے ذاتی اخراجات محدود کیے...... بیت المال کی مراعات سے کنارہ کشی اختیار کی...... اور بیت المال کو مسلمانوں کی امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کی...... پھر ان کی نگاہ رعایا کی طرف اٹھی...... جہاں ظلم تھا، وہاں انصاف پہنچایا...... جہاں کسی کا حق دب گیا تھا، وہاں حق واپس دلایا گیا...... جہاں بیت المال کا مال ذاتی مفاد کے لیے استعمال ہو رہا تھا، وہاں اس کا راستہ بند کیا گیا...... ان کے نزدیک خلیفہ اور ایک عام مسلمان، دونوں برابر تھے...... ان کی مجلس میں نہ کسی بڑے کا رعب چلتا تھا اور نہ کسی کمزور کی آواز دبتی تھی...... اسی لیے لوگ کہتے تھے کہ گویا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور ایک نئے رنگ میں واپس آ گیا ہے...... یہ تشبیہ اس لیے نہ دی جاتی تھی کہ دونوں شخصیات ایک جیسی تھیں، بلکہ اس لیے کہ دونوں کی حکومت کی بنیاد ایک ہی اصول پر قائم تھی:

عدل، امانت اور خوفِ خدا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان کے دور میں عدل و انصاف کا ایسا ماحول پیدا ہوا کہ معاشرے کی معاشی حالت میں نمایاں بہتری آئی، اور زکوٰۃ کے مستحقین کی تلاش بھی

بعض علاقوں میں دشوار ہونے لگی...... یہ کسی ایک فیصلے کا نتیجہ نہ تھا...... یہ اس فکر کا ثمر تھا جو اللہ کے خوف سے جنم لیتی ہے...... جب حکمران خود اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو رعایا اس کے عدل میں امن محسوس کرتی ہے...... اور جب عدالتوں سے زیادہ ضمیر بیدار ہو جائیں، تو معاشرہ خود بخود دسنورنے لگتا ہے۔

تاریخ کے اوراق پلٹتے ہوئے اگر کوئی شخص اس عظیم داستان کا آغاز تلاش کرے تو اسے نہ کوئی شاہی محل ملے گا...... نہ کوئی جنگ کا میدان...... اسے صرف مدینہ کا ایک مٹی کا گھر ملے گا...... جہاں ایک غریب لڑکی نے چند قطروں کے نفع پر اپنے رب کی رضا کو ترجیح دی تھی...... وہی ایک لمحہ...... وہی ایک فیصلہ...... اور وہی ایک جملہ:

"اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔"

بعض اوقات پوری تاریخ کا رخ بدلنے کے لیے اتنا ہی کافی ہوتا ہے۔

ایک جملہ، ایک نسل، ایک تاریخ

تاریخ صرف بڑے بڑے معرکوں کا نام نہیں...... اگر ایسا ہوتا تو دنیا صرف فاتحین کو یاد رکھتی، صالحین کو نہیں...... تاریخ کا ایک چہرہ وہ بھی ہے جو خاموش گھروں میں تشکیل پاتا ہے...... جہاں نہ تلواروں کی جھنکار سنائی دیتی ہے...... نہ لشکروں کی للکار...... بلکہ ایک ماں اپنی اولاد کو سچ بولنا سکھاتی ہے...... ایک باپ اپنے عمل سے امانت داری کا سبق دیتا ہے...... اور ایک نوجوان لڑکی چند لمحوں کے فائدے پر اپنے رب کی رضا کو ترجیح دیتی ہے۔

مدینہ شریف کی اس رات میں بھی بظاہر کچھ غیر معمولی نہیں ہوا تھا...... نہ کوئی جنگ لڑی گئی...... نہ کوئی شہر فتح ہوا...... نہ کوئی نیا قانون نافذ ہوا...... صرف ایک غریب گھر میں ایک ماں نے دنیا کا فائدہ دیکھا، اور ایک بیٹی نے آخرت کی

کامیابی......مگر اللہ تعالیٰ نے اسی لمحے کو ایسی قبولیت عطا فرمائی کہ اس کی برکت نسلوں تک جاری رہی......یہی قرآن کا اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ زمین میں بویا گیا بیج ضائع نہیں کرتا۔ اگر اس کی آبیاری اخلاص سے کی جائے تو اس کا پھل کبھی نہ کبھی ضرور ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت صرف اس بات میں نہیں تھی کہ وہ ایک عادل حکمران تھے......ان کی ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ وہ انسانوں کے ظاہر سے زیادہ ان کے باطن کو اہمیت دیتے تھے......انہوں نے اس لڑکی کا نسب نہیں پوچھا، اس کا مال نہیں دیکھا، اس کے گھر کی تنگی کو عیب نہیں سمجھا......انہوں نے صرف ایک چیز دیکھی......وہ چیز تھی اس کا تقویٰ۔

یہی وہ معیار تھا جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی امت کے سامنے رکھا تھا کہ انسان کی اصل قدر اس کے دین اور کردار سے پہچانی جائے، نہ کہ مال وحسب ونسب سے......شاید اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس رات محسوس ہوا کہ یہ لڑکی ایک گھر کی نہیں، ایک نسل کی معمار بن سکتی ہے......اور وقت نے ثابت کیا کہ ان کی یہ امید بے بنیاد نہ تھی۔

یہاں ایک اور حقیقت بھی قابلِ غور ہے......اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو گشت نہ کرتے، تو وہ اس گفتگو کو نہ سن پاتے......اور اگر وہ سن بھی لیتے مگر اسے معمولی واقعہ سمجھ کر گزر جاتے، تو شاید یہ رشتہ بھی قائم نہ ہوتا......اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اچھا حکمران صرف قانون نافذ نہیں کرتا، بلکہ اپنے معاشرے کے اخلاقی سرمایہ کو بھی پہچانتا ہے......وہ جانتا ہے کہ قوموں کی اصل قوت ان کے خزانے نہیں، ان کے کردار ہوتے ہیں۔

اسی طرح اس واقعے کا ایک سبق اس صالحہ لڑکی کی والدہ بھی دیتی ہیں......ان کو ایک غلطی کا خیال ضرور آیا، مگر جب حق واضح ہوا تو انہوں نے ضد نہیں کی، بلکہ اپنی بیٹی کی حق بات قبول کر لی...... یہ بھی ایمان کی علامت ہے کہ انسان اپنی غلطی محسوس کرے تو فوراً رجوع کر لے......حق کو قبول کرنا ہمیشہ حق کہنے سے آسان نہیں ہوتا، لیکن یہی انکسار انسان کو اللہ کے قریب کر دیتا ہے۔

یہ واقعہ ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا احساس صرف مسجد میں نہیں، بازار میں بھی ہونا چاہیے......عبادت گاہ میں اللہ سے ڈر ظاہر کرنا آسان ہے، امتحان وہاں ہوتا ہے جہاں نفع سامنے ہو، کوئی دیکھنے والا نہ ہو، اور ضمیر انسان کو دو راستوں میں سے ایک منتخب کرنے کا اختیار دے رہا ہو......اسی لمحے ایمان کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے......شاید اسی لیے اس پوری داستان کا سب سے قیمتی جملہ وہی ہے جو ایک گمنام لڑکی کی زبان سے نکلا تھا:

"اگر عمر ہمیں نہیں دیکھ رہے، تو اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔"

یہ جملہ صرف اس دور کے لیے نہیں تھا...... یہ ہر تاجر کے لیے ہے...... ہر حاکم کے لیے ہے...... ہر استاد کے لیے ہے...... ہر ملازم، ہر طالب علم، ہر مسلمان اور تمام والدین کے لیے ہے...... کیونکہ زمانے بدل جاتے ہیں......حکمران بدل جاتے ہیں......قوانین بھی بدل جاتے ہیں......لیکن ایک حقیقت کبھی نہیں بدلتی:

زمین پر انسان تنہا ہو سکتا ہے، اللہ کی نگاہ سے کبھی اوجھل نہیں ہو سکتا۔

خدا تو دیکھ رہا ہے

کبھی کبھی تاریخ کی سب سے عظیم داستانیں شور سے نہیں، خاموشی سے شروع ہوتی ہیں......نہ کوئی لشکر حرکت میں آتا ہے، نہ تلواریں نیام سے نکلتی ہیں، نہ فتوحات

کے نقارے بجتے ہیں.....صرف ایک دل اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے.....مدینہ منورہ کی وہ رات بھی ایسی ہی ایک رات تھی.....ایک طرف خلافتِ اسلامیہ کا عظیم فرمانروا، اپنی رعایا کی خبر لینے کے لیے گلیوں میں سرگرداں تھا.....دوسری طرف ایک مٹی کے گھر میں غربت، محتاجی اور ضرورت اپنے پورے بوجھ کے ساتھ موجود تھی.....شیطان نے ایک لمحے کے فائدے کا راستہ دکھایا.....لیکن ایمان نے ہمیشہ کی کامیابی کا راستہ اختیار کیا.....اور پھر ایک جملہ ادا ہوا.....ایسا جملہ جو صدیوں کا سفر طے کر گیا۔

"اگر عمر ہمیں نہیں دیکھ رہے، تو اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔"

اس ایک جملے نے صرف دودھ کو ملاوٹ سے نہیں بچایا، بلکہ ایک کردار کو محفوظ کر لیا.....اور جب کردار محفوظ رہتے ہیں تو قوموں کا مستقبل محفوظ ہو جاتا ہے.....حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رات صرف ایک لڑکی کی آواز نہیں سنی تھی.....انہوں نے ایک گھر کی بنیاد دیکھی تھی.....انہوں نے آنے والی نسلوں کی خوشبو محسوس کی تھی.....اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سعادت عطا فرمائی کہ وہ اس صالحہ خاتون کو اپنے خاندان کا حصہ بنائیں۔

برسوں بعد، اسی خاندان میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صورت میں ایک ایسا حکمران پیدا ہوا جس کے عدل نے اسلامی تاریخ میں ایک نئی روشنی پیدا کی..... یہ سب ہمیں ایک حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے.....اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی نیکی کی کوئی مقدار چھوٹی نہیں ہوتی.....بعض اوقات ایک سچا لفظ.....ایک دیانت دار فیصلہ.....ایک حلال لقمہ.....ایک روکا ہوا ہاتھ..... یا ایک چھوڑی ہوئی برائی.....انسان کی اپنی زندگی ہی نہیں، اس کی

نسلوں کے حالات بھی بدل دیتی ہے۔

ہم اس دور میں جی رہے ہیں جہاں انسان کی نگرانی کے لیے کیمرے نصب ہیں، حساب رکھنے کے لیے کمپیوٹر موجود ہیں، اور ہر لمحہ کوئی نہ کوئی ہمیں دیکھ رہا ہوتا ہے......لیکن اس سب کے باوجود بددیانتی، خیانت، دھوکا اور ملاوٹ ختم نہیں ہوئی......اس کی وجہ یہ ہے کہ قانون صرف ہاتھ روک سکتا ہے، ضمیر نہیں بنا سکتا......ضمیر صرف اس یقین سے بیدار ہوتا ہے کہ......اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

جس دن ایک تاجر اپنے ترازو پر یہ جملہ لکھ لے، اس دن ملاوٹ ختم ہو جائے......جس دن ایک استاد سبق پڑھاتے ہوئے اسے محسوس کرے، نسلیں سنور جائیں......جس دن ایک حاکم اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر اسے اپنے دل میں اتار لے، رعایا امن میں آجائے......اور جس دن ہر مسلمان اپنے ہر عمل سے پہلے ایک لمحے کے لیے یہ سوچ لے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، اس دن معاشرہ بدلنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

مدینہ شریف کی وہ لڑکی تاریخ کی کتابوں میں شاید زیادہ معروف نہ ہو......مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اخلاص کو ایسی قبولیت عطا فرمائی کہ اس کا ذکر صدیوں سے اہلِ ایمان کی مجالس میں زندہ ہے......اللہ تعالیٰ نیکوں کے نیک اعمال کو زندہ رکھتا ہے......وہ محلات کو نہیں، کردار کو باقی رکھتا ہے......وہ دولت کو نہیں، تقویٰ کو عزت دیتا ہے۔

آج اگر اس داستان کا کوئی پیغام ہے تو وہ یہی ہے کہ ہم دنیا کو بدلنے سے پہلے اپنے دل کو بدلیں......اپنی تجارت کو سچا بنائیں......اپنے وعدوں کو پورا کریں......اپنی امانتوں کی حفاظت کریں......اپنی اولاد کو اللہ کا خوف

سکھائیں......اور ہر اس لمحے میں، جب نفس ہمیں غلط راستے کی طرف بلائے، اپنے دل سے صرف ایک آواز سنیں:

"خدا تو دیکھ رہا ہے۔"

شاید یہی وہ آواز ہے جو ایک عام انسان کو اللہ کا محبوب بندہ، ایک عام گھر کو صالح خاندان، اور ایک صالح خاندان کو تاریخ کا روشن باب بنا دیتی ہے۔

آج کی شادیوں کے لیے ایک خاموش پیغام

اگر اس واقعے کو صرف ایک تاریخی حکایت سمجھ کر پڑھ لیا جائے تو شاید ہم اس کا اصل سبق کھو بیٹھیں......ذرا سوچیے! حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم شخصیت، جن کے زیرِ نگیں تقریباً نصف دنیا کی سلطنت تھی، جب اپنے صاحبزادے کے لیے شریکِ حیات کا انتخاب کرتی ہے تو نہ دولت کو معیار بناتی ہے، نہ خاندانی جاہ و حشمت کو، نہ محلات کو دیکھتی ہے، نہ جہیز کا مطالبہ کرتی ہے، نہ دنیاوی آسائشوں کی کوئی شرط رکھتی ہے......ان کی نظر صرف ایک چیز پر ٹھہرتی ہے......وہ ہے کردار۔

وہ جانتے تھے کہ جہیز گھر نہیں بساتا، کردار گھر بساتا ہے......دولت سکون کی ضمانت نہیں، تقویٰ سکون کی ضمانت ہے......افسوس! آج بہت سے مسلمان معاشروں میں نکاح، جو شریعت کی نظر میں آسان ترین عبادتوں میں سے ایک ہے......رسم و رواج اور بے جا اخراجات کی وجہ سے مشکل ترین مرحلہ بن چکا ہے......کہیں جہیز کی فہرستیں تیار کی جاتی ہیں......کہیں شادی کو نمود و نمائش کا میدان بنا دیا جاتا ہے......کہیں ایک دن کی تقریب کے لیے برسوں کی جمع پونجی لٹا دی جاتی ہے......اور کہیں قرض لے کر ایسی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں جن کا بوجھ سالہا سال تک اہل خانہ اٹھاتے رہتے ہیں۔

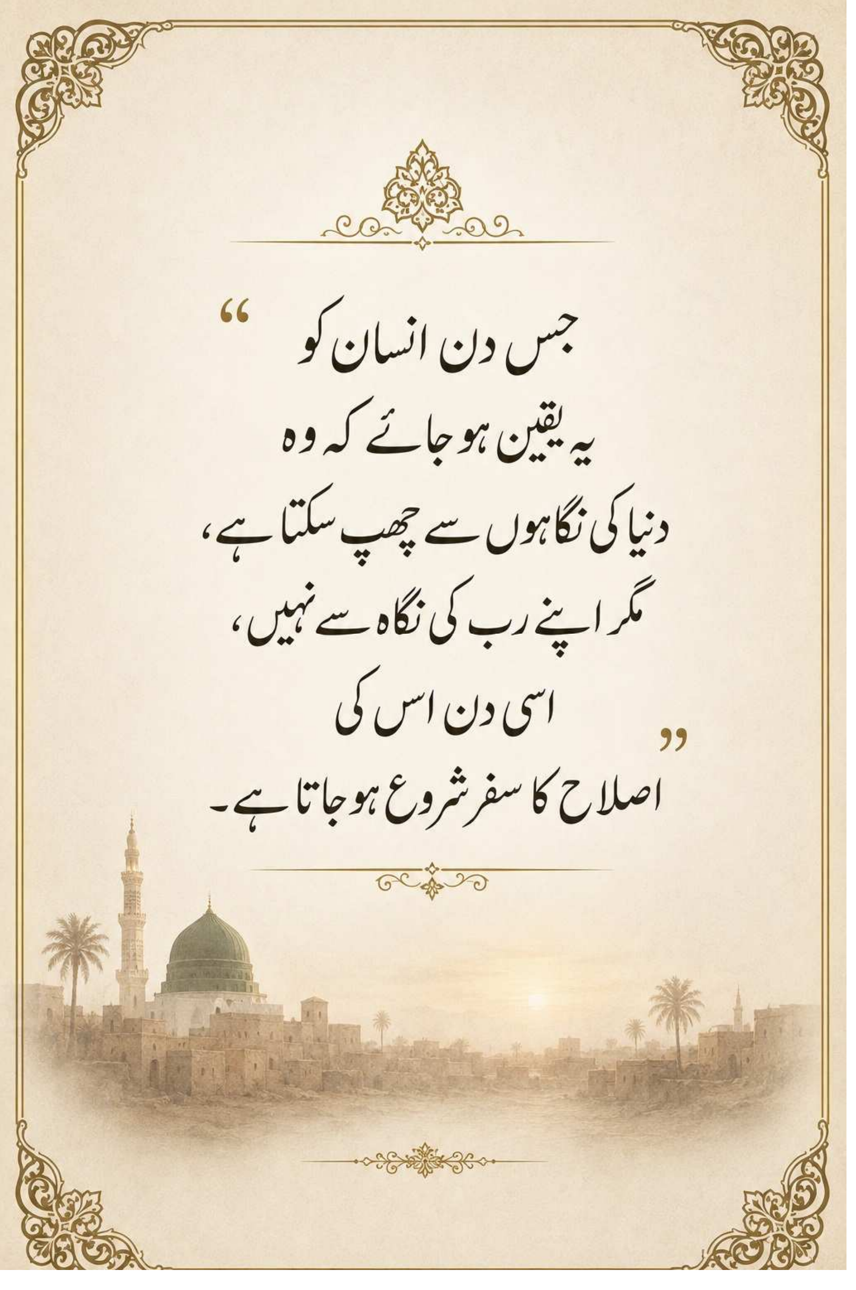
اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بے شمار بیٹیاں صرف اس لیے گھروں میں بیٹھی رہ جاتی ہیں کہ ان کے والدین مروجہ جہیز یا فضول رسومات کا بوجھ اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھتے......اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاہتے تو اپنے صاحبزادے کا نکاح کسی بڑے قبیلے یا مالدار خاندان میں کر سکتے تھے......مگر انہوں نے ایک غریب گھر کی اس لڑکی کو ترجیح دی جس کے پاس دنیا کا سرمایہ نہیں تھا، لیکن تقویٰ کا خزانہ ضرور تھا......یہی اسلام کا معیار ہے۔

اگر آج ہم بھی اپنی بیٹیوں اور بیٹوں کے نکاح میں دولت، گاڑی، بنگلہ، جہیز اور ظاہری نمائش کے بجائے دین، اخلاق اور کردار کو معیار بنا لیں......تو نہ جانے کتنے گھر آباد ہو جائیں......کتنی بیٹیوں کی آنکھوں کے آنسو خشک ہو جائیں......اور کتنے والدین قرض اور پریشانی سے نجات پا جائیں......شاید ہمیں پھر ایسے ہی صالح خاندان میسر آئیں، جن سے آئندہ نسلوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے کردار جنم لیں......کیونکہ عظیم انسان محلات میں نہیں، بلکہ تقویٰ کے سایے میں پروان چڑھتے ہیں......قومیں اس وقت سنورتی ہیں جب رشتے دولت سے نہیں، کردار سے طے ہوتے ہیں......اور کردار اسی دل میں پیدا ہوتا ہے جسے ہر لمحہ یہ یقین ہو کہ خدا تو دیکھ رہا ہے۔

یہ داستان صرف ایک دودھ بیچنے والی لڑکی کی نہیں......یہ ایمان کی داستان ہے......یہ دیانت کی داستان ہے......یہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عدل، بصیرت اور حسنِ انتخاب کی داستان ہے......اور سب سے بڑھ کر، یہ اس یقین کی داستان ہے کہ جو بندہ تنہائی میں اپنے رب کا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے زمانے

والوں میں بے مثال بنا دیتا ہے......اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا ایمان عطا فرمائے کہ ہمارے ہر عمل کی بنیاد لوگوں کی نگاہ نہیں، بلکہ اس کی رضا ہو......**آمین یا رب العالمین۔**

۲۹؍محرم الحرام ۱۴۴۸ھ/ ۱۵؍جولائی ۲۰۲۶ء، بروز بدھ


“جس دن انسان کو
یہ یقین ہو جائے کہ وہ
دنیا کی نگاہوں سے چھپ سکتا ہے،
مگر اپنے رب کی نگاہ سے نہیں،
اسی دن اس کی
اصلاح کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔”